توحيد

المستوى: الرابع | 4 | درجہ: چہارم

إعداد: قسم التعليم ○ تیار کردہ: شعبۂ تعلیم

ترجمة وترجمانی: أبو فيصل سميع الله رحمہ اللہ

تحت إشراف | زیر نگرانی

المكتب التعاوني للدعوة
وتوعية الجاليات بالربوة
ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH
P.O.BOX 29465 ARRIYADH 11457
TEL 4454900 – 4916065 FAX 4970126

التَّوَسُّل

وسیلہ

لغت میں توسل کا معنی: توسل وسیلہ سے ماخوذ ہے،اور وسیلہ کہتے ہیں سبب کو جو مقصود تک پہنچادے۔

توسل کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ عبادت جس کے ذریعہ اللہ تعالی خوشنودی اور حصول جنت مقصود ہوتی ہے۔اسی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام عبادتیں نارِ جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ کے لئے وسیلہ ہیں۔

دوسری قسم: جسے دعاؤں کی قبولیت کے لئے بطور وسیلہ اپنایا جائے۔اور اس کی مندرجہ ذیل چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم: اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے ناموں کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا، خواہ بشکل عام یعنی اس کے تمام ناموں کا وسیلہ اپنایا جائے، یا اس کے اسماء حسنیٰ میں سے کسی خاص نام کا وسیلہ پکڑا جائے۔

بشکل عام اللہ تعالی کے اسماء حسنی کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کی مثال: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ حزن وملال دور کرنے کے لئے اللہ تعالی سے یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، ابْنُ عَبْدِكَ، ابْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ اللَّهُمَّ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي وَغَمِّي».

”اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، اور تیرے بندہ کا بیٹا ہوں، اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے بارے میں تیرا حکم نافذ ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ حق ہے، اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر اس نام کا واسطہ دیکر جو تیرے لئے ہے، جس سے تونے اپنے آپ کو نامزد کیا ہے، یا تونے اسے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس سے مطلع کیا ہے، یا تونے اسے اپنے پاس علم غیب میں محفوظ رکھا ہے، کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کا موسم بہار یعنی ٹھنڈک بنادے، اور میرے سینے کا نور بنادے، اور میرے حزن وملال کو اس سے دور کردے اور اس سے میرے غم

وملال کو ختم کردے۔"

حدیث سے محل شاہد یہ ہے: «بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ» یعنی "ہر اس نام سے جو تیرے لئے ہے۔"

نیز ہم بھی کہتے ہیں: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَسْمَائِكَ الْحُسْنَى یعنی اے اللہ! میں تیرے اسماء حسنیٰ کا واسطہ دیکر تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

اور اس قسم پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَاۖ﴾ [الأعراف: ١٨٠]

"اور اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں، سو تم اسے ان ناموں کے ذریعے سے پکارو۔"

اللہ تعالیٰ کے کسی خاص نام کا ذکر کرکے وسیلہ پکڑنے کی مثال: جیسے کہ آپ اس طرح کہیں:

-يَا غَفُورُ! اغْفِرْ لِي یعنی اے غفور (معاف کرنے والا)! مجھے معاف کردے۔

-يَا رَحِيمُ! ارْحَمْنِي یعنی اے رحیم (رحم کرنے والا)! مجھ پر رحم فرما۔

-اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي یعنی اے اللہ! بے شک تو عفو (در گزر فرمانے والا) ہے، اور عفو ودر گزر کرنے کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھ سے در گزر فرما یعنی معاف کردے۔

دوسری قسم: اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی صفتوں کے ذریعہ وسیلہ پکڑنا، خواہ بشکل عام یعنی اس کی تمام صفتوں کا وسیلہ اپنایا جائے، یا اس کی صفتوں میں سے کسی خاص صفت کا وسیلہ پکڑا جائے۔

بشکل عام اللہ تعالی کی صفتوں کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کی مثال: جیسے کہ آپ کہیں: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَسْمَائِكَ الْحُسْنَى وَصِفَاتِكَ الْعُلْيَا یعنی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے اسماء حسنیٰ اور صفاتِ علیا کے وسیلے سے۔

اللہ تعالیٰ کے کسی خاص صفت کا ذکر کرکے وسیلہ پکڑنے کی مثال: جیسے کہ درج ذیل دعا میں ہے:

«أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ».

"میں اللہ کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں اس چیز کی شر سے جس کو میں پا رہا ہوں اور جس سے میں ڈر محسوس کر رہا ہوں۔"

تو یہاں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے "عزت" اور "قدرت" کا وسیلہ پکڑا گیا۔

☆ اور اللہ تعالیٰ کے افعال اس کی صفات کے ضمن میں ہیں، کیوں کہ افعال صفات ہیں۔ اور افعال سے وسیلہ پکڑنے کی مثال یہ ہے:

«اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ».

"اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جس طرح تونے رحمت نازل فرمائی ہے ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔"

تو یہاں پر آپ سوال کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے جس نے کہ احسان کیا اپنی صلاۃ (رحمت) کے ذریعہ ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ کی اولاد و آل پر، اسی طرح سے اپنی صلاۃ (رحمت) کے ذریعہ احسان فرمائے محمد پر اور آپ کی آل و اولاد پر۔

تیسری قسم: اللہ تعالیٰ کی جانب اس پر اور اس کے رسول پر ایمان لانے یا رکھنے کا وسیلہ پکڑنا: جیسے کہ یوں کہے: اللَّهُمَّ بِإِيمَانِي بِكَ وَبِرَسُولِكَ أَسْأَلُكَ كَذَا وَكَذَا یعنی اے اللہ! تجھ پر اور تیرے رسول پر میرے ایمان کے وسیلہ سے تجھ سے فلاں فلاں چیز کا سوال کرتا ہوں۔

اس قسم کے وسیلہ کی صحت اور مشروعیت پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ رَّبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَٰنِ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِرَبِّكُمْ فَـَٔامَنَّا ۚ رَبَّنَا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّـَٔاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ ٱلْأَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَءَاتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ ٱلْمِيعَادَ ﴿١٩٤﴾ ﴾ [آل عمران: ١٩٣-١٩٤]

"اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ ایک منادی کرنے والا بآواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے، یا الٰہی! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے، اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے پالنے والے معبود! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

یعنی تیرے رسول پر ہمارے ایمان لانے کے سبب ہماری مغفرت فرما، پس یہاں آپ پر ایمان لانے کو مغفرت کے لئے وسیلہ قرار دیا۔

چنانچہ اللہ پر ایمان رکھنے کا وسیلہ پکڑنا، اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے کا وسیلہ پکڑنا، اور اللہ سے محبت کرنے کا وسیلہ پکڑنا،

اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے. کیوں کہ اللہ پر ایمان رکھنا ایسا سبب ہے جو مغفرت الٰہی سے ہمکنار کر دیتا ہے، اور اس طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنا ایسا سبب ہے جس سے اللہ کی مغفرت حاصل ہوتی ہے. اس لئے ان چیزوں سے اللہ کی جناب میں وسیلہ پکڑنا صحیح اور جائز ہے۔

چوتھی قسم: دعا کرنے والا جناب باری تعالی میں اپنی حالت کا ذکر کر کے وسیلہ پکڑے، اور کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے، مثلا یوں کہے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَنَا الْفَقِيرُ إِلَيْكَ یعنی اے اللہ! میں تیرا محتاج اور فقیر ہوں۔ اور اللَّهُمَّ إِنِّي أَنَا الأَسِيرُ بَيْنَ يَدَيْكَ یعنی اے اللہ! میں تیرے سامنے قیدی اور لاچار ہوں، یا اس طرح کے دیگر مشابہ کلمات استعمال کئے جائیں۔

اس پر دلیل موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جب انہوں نے دو خواتین کی ریوڑوں کو پانی پلایا اور پھر جا کر ایک سایہ تلے بیٹھ گئے اور کہا:

﴿رَبِّ إِنِّي لِمَآ أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ [القصص: ٢٤]

"اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔"

موسی علیہ السلام نے اپنی حالت کا ذکر کیا لیکن کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس آیت کریمہ سے استدلال اس طرح سے ہے کہ داعی (دعا کرنے والے) کی حالت جب اسے انسان بیان کرے تو وہ خود رحم و کرم اور لطف و احسان کا تقاضا کرتی ہے، اور خاص کر اس وقت جب اس کا اظہار ارحم الراحمین جلَّ وعلا کے سامنے ہو۔

پانچویں قسم: ایسے آدمی کی دعا کا وسیلہ لینا جس کی دعا کی قبولیت کی امید ہو، اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَاسْتَقْبَلَ النَّبِيَّ ﷺ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلَكَتِ الأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ يُغِيثُنَا، فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ أَغِثْنَا، اللَّهُمَّ أَغِثْنَا، اللَّهُمَّ أَغِثْنَا» - ثلاث مرات -. قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضي الله عنه: وَاللَّهِ! مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلاَ قَزَعَةٍ، - والقزعة هي القطعة الصغيرة من الغيم - وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلاَ دَارٍ -وَسَلْعٌ جَبَلٌ بِالْمَدِينَةِ - قَالَ: فَخَرَجَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءُ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ، فَمَا نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ مِنْبَرِهِ إِلاَّ وَالْمَطَرُ

يَتَحَادَرُ مِنْ لِحْيَتِهِ.

کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک آدمی دوران خطبہ مسجد میں داخل ہوا، اور سیدھے نبی کریم ﷺ کے سامنے پہنچا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مال ودولت تباہ وہلاک ہوگئے، اور راستے منقطع ہوگئے، آپ اللہ سے دعافرمادیں کہ وہ ہم پر بارانِ رحمت نازل فرمائے، یہ سنکر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: ''اے اللہ! ہم پر اپنی بارانِ رحمت نازل فرما، اے اللہ! ہم پر اپنی بارانِ رحمت نازل فرما، اے اللہ! ہم پر اپنی بارانِ رحمت نازل فرما''- تین مرتبہ یہ الفاظ آپ ﷺ نے دہرائے-انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم اللہ کی! ہمیں آسمان میں بادل اور بدلیوں کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آرہا تھا اور نہ ہی ہمارے درمیان اور نہ ہی مکانوں اور گھروں کی گلیوں کے درمیان، اور نہ ہی مدینہ کے پہاڑوں کے دامن کی جانب سے بادل آتے ہوئے نظر آئے۔ پس آپ ﷺ کی دعا کی بعد ہی ڈھال کی مانند بادل نکلنا شروع ہوگئے، اور جب آسمان کے بیچ میں آگئے تو پھر ادھر اُدھر پھیل گئے، اور اس کے بعد پھر برسنے لگے، اور نبی ﷺ ابھی منبر سے نیچے اترے نہیں تھے کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کی داڑھی سے ٹپکنے لگے۔

چھٹی قسم: اللہ کی طرف عملِ صالح کا وسیلہ پکڑنا، وہ اس طرح کہ انسان اپنی دعا سے پہلے اپنے عملِ صالح کو ذکر کرے جو کہ مطلوب کے حصول کے لئے وسیلہ بنے۔

اس کی مثال بنی اسرائیل کے ان تین انسانوں کا واقعہ ہے، جسے امام بخاری اور مسلم نے اپنے صحیحین میں ذکر فرمایا ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«انْطَلَقَ ثَلاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى آوَاهُمُ الْمَبِيتُ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لا يُنْجِيكُمْ مِنَ الصَّخْرَةِ إِلاَّ أَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالَى بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ.

قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لاَ أَغبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلاً وَلاَ مَالاً، فَنَأَى بِي طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَأَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلاً أَوْ مَالاً، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدِي أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمِي فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا. اللَّهُمَّ

إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لاَ يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهُ.

قَالَ الآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِيَ ابْنَةُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ. -وفي رواية: - كُنْتُ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ، فَأَرَدْتُهَا عَلَى نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّى حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِى فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَت، حَتَّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا -وفي رواية: - فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ: اتَّقِ اللّٰهَ وَلاَ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلاَّ بِحَقِّهِ، فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لاَ يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا.

وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ وَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الأَمْوَالُ فَجَاءَنِى بَعْدَ حِينٍ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي، فَقُلْتُ: كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ! لاَ تَسْتَهْزِئْ بِي، فَقُلْتُ: لاَ أَسْتَهْزِئُ بِكَ، فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْه شَيْئاً، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ».

"تم سے پہلی امتوں میں سے تین شخص ایک سفر پر نکلے حتی کہ (رات ہوگئی چنانچہ) رات گزارنے کے لئے وہ ایک غار میں داخل ہوگئے۔ (تھوڑی ہی دیر کے بعد) پہاڑ سے ایک بڑا سا پتھر لڑھک کر نیچے آیا جس نے غار کے دہانے کو بند کردیا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے آپس میں کہا کہ اس ابتلا سے نجات کی یہی صورت ہے کہ تم اپنے اعمال صالحہ کے واسطے سے اللہ سے دعا کرو۔ (چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے عمل کے حوالے سے دعائیں کیں۔)

ان میں سے ایک آدمی نے کہا: یااللہ! تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے ماں باپ تھے، اور شام کو میں سب سے پہلے انہی کو دودھ پلاتا تھا، ان سے پہلے میں اہل وعیال کو اور خادم وغلام کو نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن درختوں کی تلاش میں میں دور نکل گیا، اور جب واپس آیا تو والدین سو چکے تھے۔ میں نے شام کا دودھ دوہا اور ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں، میں نے انہیں جگانا پسند کیا اور نہ ہی ان سے پہلے اپنے اور غلاموں کو دودھ پلانا گوارہ کیا۔ میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں پکڑے ان

کے سرہانے کھڑا ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، جب کہ بچے بھوک کے مارے میرے قدموں میں بلبلاتے رہے حتی کہ صبح ہو گئی، وہ بیدار ہوئے اور شام کے حصے کا دودھ پیا۔ یا اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہم اس چٹان کی وجہ سے جس مصیبت میں پھنس گئے ہیں اس سے ہمیں نجات عطا فرما دے۔ چنانچہ (اس دعا کے نتیجے میں) وہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی، لیکن ابھی وہ اس سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

دوسرے شخص نے کہا: یا اللہ! میری چچازاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی،-دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:- میں اس سے اتنی شدید محبت کرتا تھا جتنی کہ زیادہ سے زیادہ محبت مردوں کو عورتوں سے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے (ایک مرتبہ) اس سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئی اور اس نے انکار کر دیا حتی کہ ایک وقت آیا کہ قحط سالی نے اسے میرے پاس آنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے اسے اس شرط پر ایک سو بیس دینار دئے کہ وہ میرے ساتھ خلوت اختیار کرے، چنانچہ وہ آمادہ ہو گئی۔ جب میں اس پر قادر ہو گیا (اور وہ میرے قابو میں آ گئی)-دوسری روایت کے الفاظ ہیں-جب میں (اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لئے) اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈر! اور اس مہر (پردہ) کو ناحق مت توڑ۔ (اس کے ان الفاظ نے یا اللہ! تیرا خوف مجھ پر طاری کر دیا) اور میں اس سے دور ہو گیا، حالانکہ وہ تمام لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی، اور میں نے سونے کے وہ دینار بھی چھوڑ دئے جو میں نے اسے دئے تھے۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو یہ نازل شدہ مصیبت ہم سے دور فرما دے۔ چنانچہ وہ کچھ اور سرک گئی، لیکن وہ اب بھی اس غار سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

تیسرے نے کہا: یا اللہ! میں نے کچھ مزدوروں کو اجرت پر رکھا تھا، سب کو میں نے ان کی اجرت دے دی، صرف ایک مزدور اپنی مزدوری لئے بغیر چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کاروبار میں لگا دیا حتی کہ اس سے بہت سا مال بن گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے میرے پاس آ کر کہا: اللہ کے بندے! مجھے میری اجرت ادا کر دے۔ میں نے کہا: یہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام جو تجھے نظر آ رہے ہیں، یہ سب تیری اجرت (کا ثمر) ہے۔ اس نے کہا: اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا: میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا۔ چنانچہ (میری وضاحت پر) وہ سارا مال لے گیا، اس میں سے اس نے کچھ نہ چھوڑا۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے خاطر کیا ہے تو یہ مصیبت جس میں ہم (مبتلا) ہیں ہم سے دور کر دے۔ چنانچہ وہ ساری چٹان سرک گئی اور غار کا منہ کھل گیا اور سب باہر نکل آئے۔"

مذکورہ حدیث کی روشنی میں اگر کوئی دعا کرنے والا اس طرح دعا کرے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِبِرِّ وَالِدَيَّ أَنْ تُوَفِّقَ لِبِرِّ أَوْلَادِي بِي یعنی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں میرا اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا وسیلہ سے تو میری اولاد کو میرے ساتھ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرما، تو یہ صحیح ہے، کیوں کہ یہاں عملِ صالح کا وسیلہ اختیار کیا گیا ہے۔

غیر مشروع وسیلہ:

لیکن وہ قسم جس سے اللہ تعالی کی جانب وسیلہ پکڑنا جائز نہیں ہے، تو در حقیقت وہ وسیلہ ہی نہیں ہے- جیسے کہ نبی ﷺ کی ذات کا یا آپ کی جاہ (یعنی مقام و مرتبہ) کا وسیلہ پکڑنا- کیوں کہ اس مقام و مرتبہ سے خود رسول اکرم ﷺ بہرہ ور ہوں گے، رہی بات دوسروں کی تو وہ اس سے قطعی مستفید نہیں ہو سکتے۔ اور اگر ایسی بات ہے (یعنی آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ سے آپ کے علاوہ دوسرے مستفید نہیں ہو سکتے ہیں) آپ ﷺ کی ذات بدرجہ اولی دوسروں کے لئے نفع بخش نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ لینا جائز نہیں ہے:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑتا تو عمر رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر میدان میں جاتے اور فرماتے: اے اللہ! پہلے ہم تیرے پاس اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ لایا کرتے تھے (یعنی آپ ﷺ سے دعا کرنے کے لئے کہتے، پس آپ دعا کرتے) تو تو پانی برساتا تھا، اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کے چچا کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہیں (یعنی ہم تجھ سے اپنے نبی ﷺ کے چچا کی دعا کے ذریعہ بارش طلب کرتے ہیں) پس تو ہمیں سیراب کر۔ پھر عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے اور اللہ سے بارانِ رحمت کی دعا کرتے، تو سب سیراب کئے جاتے۔

پس یہ ہے نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ لینے کا معنی اور مطلب جو کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے وارد ہے یعنی وہ آپ ﷺ کی دعا کا وسیلہ لیتے تھے، نہ کہ آپ ﷺ کی ذات کا۔

اور رہی بات مشرکوں کی کہ وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کا وسیلہ پکڑتے ہیں، اور جاہل مسلمانوں کی کہ وہ اپنے اولیاء کا وسیلہ پکڑتے ہیں، تو یہ تو کھلم کھلا توسل شرکی ہے، ہم اسے بدعی توسل نہیں کہیں گے بلکہ یہ تو حقیقت میں توسل شرکی ہے، اور صحیح تو یہ ہے کہ ہم اسے توسل کا نام دیں ہی نہیں بلکہ یہ شرکِ محض ہے، کیوں کہ اس قسم کا وسیلہ پکڑنے والے انہیں پکارتے ہیں جن کے بارے میں ان کا گمان ہے کہ یہ وسیلہ ہیں، مثلاً آدمی اس کے پاس جاتا ہے جو اس کے گمان کے مطابق ولی ہے اور اس سے فریاد کرتے ہوئے کہتا ہے: يَا وَلِيَّ اللهِ أَنْقِذْنِي یعنی اے اللہ کے ولی! مجھے بچالو۔ يَا آلَ الْبَيْتِ! أَنْقِذْنِي یعنی اے آل بیت!

مجھے بچالو-يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَنْقِذْنِي یعنی اے اللہ کے نبی! مجھے بچالو- تو اس کو وسیلہ کا نام دینا صحیح نہیں ہے، بلکہ ہم اسے شرک کا نام دیں گے، کیوں کہ غیر اللہ سے فریاد کرنا دین کے اندر شرک ہے اور انتہا درجہ کی حماقت اور بے عقلی ہے۔ دین میں شرک اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا، اور عقل کے ساتھ بے انتہا حماقت اور کمینہ پنی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَآئِهِمْ غَـٰفِلُونَ ﴾[الأحقاف: ٥]

”اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔“

بلکہ یہ پکارے جانے والے قیامت کے دن پکارنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں دیں گے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا حُشِرَ ٱلنَّاسُ كَانُواْ لَهُمْ أَعْدَآءً وَكَانُواْ بِعِبَادَتِهِمْ كَـٰفِرِينَ ﴾[الأحقاف: ٦]

”اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے انکار کر جائیں گے۔“

پس اللہ تعالیٰ نے ان مدعوات (یعنی جن کو پکارا جاتا ہے) کے بارے میں بتلایا کہ یہ تو بالکل ہی بے بس اور عاجز ہیں، ان کو خواہ قیامت تک پکارتے رہیں کبھی بھی یہ ان کو جواب نہیں دے پائیں گے، نیز یہ سراپا غفلت میں ہیں، انہیں پتہ ہی نہیں کہ کون ان کو پکارتا ہے اور نہ ہی ان کو ادنیٰ احساس بھی اس سلسلے میں ہے، اور جب قیامت کا دن ہوگا جو کہ حقیقی حاجت اور یقینی مدد کی اس دن ضرورت ہوگی جس دن سارے لوگ اٹھائے جائیں گے، تو یہ مدعوات اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادتوں کا صاف انکار کر دیں گے، جیسے کہ اولیاء اور دیوی دیوتاؤں وغیرہ کا پکارنا۔

اس لئے انہیں وسیلہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ تو شرکِ اکبر ہے جو دین سے خارج کر دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَن يَدْعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرْهَـٰنَ لَهُۥ بِهِۦ فَإِنَّمَا حِسَابُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴾[المؤمنون: ١١٧]

”جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے، بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس داعی یعنی پکارنے والے کو کافر کا نام دیا ہے۔

□

السِّحْرُ وَالْكَهَانَةُ وَالْعِرَافَةُ

جادو، کہانت اور نجومی اور کا پیشہ

یہ تمام امور شیطانی اعمال ہیں اور حرام ہیں. یہ صحیح عقیدہ میں خلل ڈالتے ہیں یا پھر کلیتہ اس کے مخالف اور متضاد ہیں، کیوں کہ ان کا حصول بغیر شر کی امور کے ممکن نہیں ہے۔

السِّحْرُ: جادو: نام ہے ایسی چیز کا جو مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے اور اس کا سبب لطیف اور باریک ہوتا ہے۔

سحر کا نام سحر اس لئے رکھا گیا کہ یہ ایسے امور سے حاصل ہوتا ہے جو پوشیدہ ہیں جنہیں نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔

اور یہ (جادو) عزائم یعنی منتر، رقی یعنی جھاڑ پھونک، کلام یعنی باتوں، دوائیں اور جڑی بوٹیوں اور تدخینات یعنی دھواں (وغیرہ) کا مجموعہ ہوتا ہے۔

اور یہ ایک مبنی بر حقیقت چیز ہے، اسی جادو میں سے ایسی قسمیں بھی ہیں جو دلوں میں اثر کر جاتی ہیں اور جسموں کو متأثر کر دیتی ہیں جس سے آدمی مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور اسی جادو سے قتل بھی کر دیتے ہیں، نیز اس سے میاں بیوی میں جدائی بھی ڈال دیتے ہیں، لیکن اس جادو میں جو اثر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے کونی قدری اذن اور حکم سے ہی ہوتا ہے۔

نیز یہ ایک شیطانی عمل ہے کہ اکثر اس عمل تک رسائی بغیر شرک کے اور چڑھاوا وغیرہ کے ذریعہ خبیث روحوں کے تقرب کے ممکن نہیں ہوتی ہے، اسی بنا پر رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں سحر کو شرک کے ساتھ جوڑا ہے:

«اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا: يا رَسُولَ اللَّه! ومَا هُنَ؟ قال: الشِّرْك بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إلاَّ بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلاَتِ» [متفقٌ عليه]

''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔'' صحابہ کرام ﷺ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی ایسی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، کافروں سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا اور بھولی بھالی پاک دامن ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانا۔''

[بخاری و مسلم]

چنانچہ یہ جادو دو وجہوں سے شرک میں داخل ہے:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس جادو میں شیطانوں سے خدمت اور مدد لی جاتی ہے، ان سے تعلقات اُستوار کئے جاتے ہیں، ان کی پسندیدہ اور مرغوب چیزیں ان کے لئے پیش کر کے ان کا تقرب حاصل کرتے ہیں، تاکہ وہ جادو گر کی خدمت کے لئے تیار رہیں، چنانچہ یہ جادو حقیقت میں شیاطین کی تعلیم میں سے ہے، فرمان رب کریم ہے:

﴿وَلَـٰكِنَّ ٱلشَّيَـٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ﴾[البقرة: ١٠٢]

"بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔"

دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس اس میں علم غیب کا دعویٰ پایا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم غیب میں مشارکت کا بھی دعویٰ ہے، جبکہ یہ دونوں دعوے سراپا کفر وضلالت ہیں، فرمان رب ذوالجلال ہے:

﴿وَلَقَدْ عَلِمُواْ لَمَنِ ٱشْتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ مِنْ خَلَـٰقٍ﴾[البقرة: ١٠٢]

"اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔"

تو جب معاملہ ایسا ہے تو پھر اس کے کفر اور شرک ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا جو کہ عقیدہ کے متضاد اور سراسر مخالف ہے، لہذا اس عمل کے کرنے والے کو قتل کر دینا واجب اور ضروری ہے، جیسا کہ اکابرِ صحابہ رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین کی جماعت نے ایسے لوگوں کو قتل کیا تھا۔

اب تو موجودہ زمانہ میں لوگ جادو گر اور فنِ جادو گری کے سلسلے میں بہت تساہلی اور سستی برتنے لگے ہیں، اور بسا اوقات تو اسے لوگ اپنے دِلفریب فنون میں سے ایک فن شمار کرنے لگتے ہیں جس پر بڑا ناز اور فخر کرتے ہیں، جادو گروں کو قیمتی انعامات دیتے ہیں اور انہیں دادِ تحسین دیتے اور ان کی ہمت افزائی کرتے ہیں، نیز ان کے لئے منظم پروگرام اور انعامی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں، جس میں فنِ جادو گری سے رغبت اور دلچسپی رکھنے والے اور انہیں تشجیعی کلمات سے نوازنے والے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کرتے ہیں، حالانکہ یہ عمل دین کے ساتھ انتہا درجہ کی جہالت اور عقیدۂ اسلامیہ کے سلسلے میں غایت درجہ کی تساہلی اور تہاون ہے، نیز اس سے دین کو تماشا اور مذاق بنانے والوں کو قوت اور استحکام ملتا ہے۔

الْكَهَانَةُ وَالْعِرَافَةُ: کہانت اور نجومی کا پیشہ:

یہ دونوں یعنی کاہن اور عرّاف علمِ غیب کا دعویٰ کرنے والے ہیں اور غیبی امور کے متعلق اپنی معرفت جتلاتے ہیں، جیسے کہ ان

چیزوں کے متعلق خبر دینا جو زمین میں واقع اور رونما ہوں گی، اور کھوئی ہوئی چیز کہاں پر ہے۔ اور ان سب کے بارے میں جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ در حقیقت ان شیاطین سے خدمت اور تعاون لیتے ہیں جو آسمان میں چھپ کر فرشتوں کی باتوں کو خفیہ چوری چوری سن لیتے ہیں، جیسا کہ فرمانِ رب ذوالجلال ہے: ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾﴾ [الشعراء: ٢٢١-٢٢٣]

”کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں۔ اُچٹتی ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔“

یعنی یہ شیطان فرشتوں کی گفتگو میں سے کسی بات کو چھپ کر چرا لیتا ہے، اور اسے کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے، اور پھر وہ کاہن اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے اور لوگوں سے بیان کرتا ہے، لوگ اس ایک بات کی وجہ سے جو آسمان سے سنی گئی تھی اس کی تصدیق کرتے ہیں، حالانکہ غیب کا جاننے والا صرف اور صرف تنہا ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

چنانچہ جس کسی نے علم غیب کے سلسلے میں کہانت یا کسی اور چیز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی مشارکت کا دعویٰ کیا، یا کسی ایسے دعویدار کی تصدیق کی تو حقیقت میں اس نے اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں اس کا شریک ٹھہرایا۔

اور یہ کہانت شرک سے خالی نہیں ہے، کیونکہ اس میں شیطانوں کی مرغوب اور پسندیدہ چیزیں پیش کر کے ان کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہانت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شرک ہے، کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے علم میں مشارکت کا دعویٰ ہے، اور اس کی الوہیت میں بھی شرک ہے کیوں کہ اس میں بعض عبادتوں کے ذریعہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ». [رواه أبو داود]

”جو کسی کاہن (نجومی، جوتشی) کے پاس جائے اور پھر اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو بلاشبہ اس نے اس چیز کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔“

جن چیزوں پر تنبیہ کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں اور ان سے ہوشیار رہنے کی سخت ضرورت ہے: وہ یہ کہ یہ جادوگر اور کاہن وعراف حضرات لوگوں کے عقائد کے ساتھ بایں طور کھیلتے ہیں کہ کبھی تو یہ ان کی نگاہوں میں اپنے آپ کو صادق طبیب اور وقت کا مشہور نباض ظاہر کرتے ہوئے مریضوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ غیر اللہ کے نام پر اس اس نوعیت کا بکرا یا مرغ بطور ذبیحہ

پیش کریں، یاان کے لئے شرکیہ منتر اور شیطانی تعاویذ کی لکیریں لکھتے ہیں جن کو محافظ اور دفاع کے طور پر اپنی گردنوں میں لٹکانے کے لئے یااپنے صندوقوں یاگھروں میں رکھنے کے لئے کہتے ہیں۔

اور بعض لوگ اپنے آپ کو غیبی اور گم شدہ چیزوں اوران کی جگہوں کی خبر دینے والے کے روپ میں پیش کرتے ہیں،اور وہ اس طرح کہ ان کے پاس جاہل لوگ آکر گم شدہ چیزوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو یہ انہیں ان چیزوں کی خبر دیتے ہیں یا پھران چیزوں کو اپنے شیطانی کارندوں کے واسطہ سے ان کے پاس حاضر کر دیتے ہیں۔

اور کچھ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو ان کی نگاہوں میں ولی ثابت کرتے ہیں کہ ان کے اندر خوارق اور کرامات پائے جاتے ہیں جیسے کہ آگ میں داخل ہو جانااور ان پر آگ کا کچھ بھی اثر انداز نہ ہونا، یااس کے علاوہ بھی دیگر شعبدہ بازی اور نظر بندی کی چیزیں ہیں جو کہ حقیقتاً جادو ہیں اور شیطانی اعمال ہیں،اور اس قسم کے کرتب اور شعبدہ بازی کی چیزیں ان جیسے سر پھروں کے ہاتھوں جاری ہوتی ہیں جو کہ فتنہ کے سوااور کچھ بھی نہیں۔

یا یہ تخیلاتی امور ہیں جن کی سرے سے کوئی حقیقت ہی نہیں ہے بلکہ یہ خفیہ حیلے اور مکر ہیں جسے اس کے فن کار لوگوں کی نگاہوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، جیسے کہ فرعون کے جادو گروں نے رسی اور لاٹھی کا کرتب دکھایا تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بطائحی احمدی رفاعی کے جادو گروں کے ساتھ ہوئے ایک مناظرہ کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ البطائحی نے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے کہا: ہم اصحاب حالات اور کمالات ہیں اور ایسی ایسی خوبیوں کے فن کار ہیں، اور ہمارے خوارق حالات میں سے آگ کے اندر صحیح سلامت محفوظ رہنا ہے،اور اس کے علاوہ دیگر ایسے ہنر اور کمالات ہیں جو صرف ہماری ہی امتیازات اور خصوصیات ہیں، لہٰذا ان خوبیوں کی وجہ سے خوارق حالات کا صرف ہمیں ہی مستحق گردانا جائے۔

اس کی یہ لفاظی سننے کے بعد شیخ السلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت غضبناک ہو کر بآواز بلند یوں گویا ہوئے: میں مشرق سے مغرب تک بسنے والے تمام احمدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ تم جو کمالات اور جتنے بھی کرتب آگ میں کود کر دکھا سکتے ہو، اتنے ہی کمالات اور کرتب میں بھی آگ میں داخل ہو کر دکھا سکتا ہوں، اور ہم میں سے جو آگ میں جل جائے وہ مغلوب ہو گیا، یامیں نے کہا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، لیکن یہ شرط ہے کہ پہلے ہم سب اپنے جسموں کو سرکہ اور گرم پانی سے دھولیں پھر آگ میں کودیں۔ پس یہ سن کر تمام اُمراءاور سارے لوگ متعجب ہو کر اس سلسلے میں مجھ سے دریافت کرنے

لگے، تو میں نے انہیں جواب دیا کہ یہ لوگ آگ میں داخل ہونے کے لئے ایک حیلہ اپناتے ہیں جسے چند چیزوں سے تیار کرتے ہیں، جیسے مینڈھک کا تیل، لیموں کا چھلکا اور حجر الطلق - یعنی وہ پتھر جس میں تپش اور گرمی اثر نہیں کرتی اور وہ آگ کی شدت کو برداشت کرلیتا ہے - وغیرہ۔ یہ سن کر لوگ چیخ پڑے۔

اور وہ شیخ بطائحی اس پر اپنی قدرت کا اظہار کرنے لگا اور بولا کہ میں اور آپ (یعنی شیخ الاسلام) اپنے جسم پر گندھک کا لیپ کریں اور پھر بوریہ یعنی چٹائی میں اپنے آپ کو لپیٹ لیں۔ یہ سن کر شیخ الاسلام نے اس سے کہا کہ اسی وقت کھڑا ہو جا، اور اس عمل کے لئے اس سے برابر اصرار کرتے رہے، تو اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا گویا کہ وہ اپنی قمیص نکالنے جارہا ہے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ بس اتنا نہیں بلکہ تو پہلے سرکہ اور گرم پانی سے خوب اپنے بدن کو دھولے، یہ سنکر وہ اپنی عادت اور طریقہ کے مطابق وہم کا اظہار کرتے ہوئے کہا: جو شخص اپنے امیر سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ لکڑیاں اکٹھی کرلے، یا یہ کہا کہ لکڑیوں کا ایک انبار لگائے۔ تو میں نے کہا: یہ تو اچھا خاصا لمبا وقت لے لے گا اور یہ مجمع منتشر ہو جائے گا اور جو مقصد ہے وہ پھر فوت ہو جائے گا، بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایک قندیل روشن کیا جائے اور میں اور تم پہلے اپنی اپنی انگلی خوب صاف دھولیں اور پھر اس دیا کی آگ میں ڈال دیں، جس کی انگلی جل جائے اس پر اللہ کی لعنت ہو، یا یہ کہا کہ وہ مغلوب ہوگا۔ پس جب میں نے اس طرح سے کہا تو وہ پلٹ گیا اور بری طرح رسوا اور ذلیل ہو گیا۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دجال اور مکار قسم کے لوگ ان جیسے پوشیدہ حیلوں کو استعمال کرکے لوگوں پر کس طرح کا جھوٹا رعب ڈالتے ہیں، العیاذ باللہ۔

التَّبَرُّكُ بِالأَمَاكِنِ وَالآثَارِ وَالأَشْخَاصِ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا

اماکن وآثار اور زندہ ومردہ اشخاص سے تبرک حاصل کرنا

نئی ایجاد کردہ بدعتوں میں سے مخلوق سے تبرک کا حاصل کرنا ہے، اور یہ بت پرستی اور وثنیت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، نیز یہ ایک ایسا جال ہے جس سے دولت سمیٹنے والے سادہ لوح انسانوں کی دولت کو بآسانی سمیٹ لیتے ہیں۔

التبرک: یعنی برکت کا طلب کرنا، اور وہ یہ کہ کسی شے میں خیر کا ثابت ودائم رہنا اور اس میں زیادتی وبڑھوتری کا پایا جانا۔

تو اس طرح خیر کا ثبوت واستقرار اور اس میں برکت وزیادتی کی طلب صرف اسی ذات سے ہوگی جو اس پر اپنی ملکیت تامہ رکھتی ہو اور اس کے عطا کرنے پر قادر مطلق ہو، اور وہ صرف اللہ تعالی کی ذات ہے اور بس، کیوں کہ وہی ذات ہے جو برکت کا نزول فرماتی ہے اور اسے ثابت اور قائم رکھتی ہے۔

اور جہاں تک مخلوق کی بات ہے تو اس میں یہ صفت اور خوبی ہرگز نہیں ہے کہ وہ برکت کو وجود بخشے اور کسی کو عطا کرے پھر اس کو بقا اور ثبات دے۔

پس جب حقیقت امر ایسا ہے تو پھر مقامات وآثار سے اور زندوں اور مردوں سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ یا تو یہ شرک ہے، اگر آدمی یہ اعتقاد رکھے کہ یہ چیز بذات خود برکت عطا کرتی ہے، اور یا تو یہ شرک کا وسیلہ ہے، اگر یہ اعتقاد رکھے کہ ان کی زیارت اور انہیں چھونا اور اس پر ہاتھ پھیرنا یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے حصولِ برکت کے لئے سبب ہے۔

اور جہاں تک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی بات ہے کہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک اور آپ ﷺ کے لعاب دہن (تھوک مبارک) اور آپ ﷺ کے جسم اطہر سے جو چیزیں منفصل اور جدا ہوتی تھیں- جیسے کہ پسینہ وغیرہ- سے تبرک لیتے تھے تو یہ چیزیں آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھیں جبکہ آپ ﷺ باحیات تھے اور ان کے درمیان موجود تھے، اس پر دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین آپ ﷺ کی قبر مبارک اور حجرۂ شریفہ سے تبرک نہیں لئے، اور نہ ہی تبرک کی غرض سے ان مقامات اور جگہوں کی طرف کبھی قصد کئے، یا رخت سفر باندھے جہاں آپ ﷺ نے کبھی نماز پڑھی ہو یا تشریف فرما ہوئے ہوں، تو پھر مقاماتِ اولیاء سے بدرجہ اولی تبرک لینا جائز نہیں ہے۔

اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اپنے درمیان اشخاصِ صالحین- جیسے کہ ابو بکر وعمر وغیرہما رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین- جو کہ افاضل صحابہ تھے کبھی بھی ان سے تبرک نہیں لئے، نہ تو ان کی زندگی میں اور نہ ہی ان کے مرنے کے بعد، اور

نہ ہی وہ لوگ کبھی غارِ حراء گئے کہ اس میں نماز پڑھیں اور دعائیں کریں، اور نہ کبھی کوہِ طور گئے جہاں پر اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کیا کہ اس میں نماز پڑھیں اور دعائیں کریں۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ ان دیگر مقامات پر گئے جو پہاڑوں کے اندر بنائے جاتے ہیں کہ وہاں نبیوں وغیرہ کے مقامات و آثار ہیں، اور نہ ہی کسی مشہد پر گئے جو کہ انبیاء میں سے کسی نبی کے آثار پر بنائے گئے ہوں۔

نیز یہ بھی سچ ہے کہ مدینہ نبویہ کا وہ مکان جہاں آپ ﷺ ہمیشہ نماز پڑھتے تھے سلف صالحین میں سے کسی نے بھی اس کا استلام (چھونا) اور تقبیل (بوسہ دینا) نہیں کیا، اور نہ ہی مکہ مشرفہ وغیرہ کے ان مقامات کو چوما جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی ہے۔

چنانچہ وہ مقامات جہاں آپ ﷺ کے قدمین شریفین چلے ہوں اور وہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی ہو اپنی امت کے لئے مشروع نہیں کیا کہ ان کا استلام اور تقبیل کیا جائے۔ تو بھلا ان مقامات کو تبرک کے لئے کیسے مشروع اور جائز مانا جائے گا جہاں آپ کے علاوہ کسی اور نے نماز پڑھی ہو یا وہاں سویا اور آرام کیا ہو، ہرگز نہیں اور کبھی بھی نہیں۔ اور علماء حق نے تو دین اسلام کو خوب کھنگال کر دیکھ لیا کہ کسی شے کا استلام اور تقبیل جو کہ عصر حاضر کی مروجہ بدعات میں سے ہیں شریعت محمد ﷺ سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

الْحُكْمُ بِغَيْرِ ما أَنْزَلَ اللهُ

شریعت الٰہی کے علاوہ فیصلہ صادر فرمانا

ایمان باللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کے مقتضٰی میں سے یہ بات ہے کہ اس کے حکم کے خاضع اور اس کی شریعت سے راضی ہو، اور اقوال، اصول ومبادیات، تنازع وخصومات، جنگ وجدال وخون بہا، مال ودولت اور دیگر تمام حقوق میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی حکم یعنی فیصلہ کرنے والا ہے، اور اسی کی طرف معاملات میں فیصلے کا حکم موڑنا چاہئے۔

لہذا حکام پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے عین مطابق فیصلہ کیا کریں، نیز رِعایا وپرجا پر بھی یہ واجب اور ضروری ہے کہ وہ اپنے معاملات اور مقدمات ان فیصلوں کی طرف لے جائیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے اور جو اس کے رسول ﷺ کی سنت میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ حاکموں کے سلسلے میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِ﴾[النساء: ٥٨]

”اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچادو، اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو۔“

اور رعایا وپرجا کے سلسلے میں فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾[النساء: ٥٩]

”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔“

اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بالکل واضح بیان کردیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے ماسوا کی طرف اپنا معاملہ فیصلہ کے لئے لے جاتا ہے اس کے ساتھ ایمان باقی نہیں رہ جاتا ہے۔ فرمانِ رب ذوالجلال ہے:

﴿أَلَمۡ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزۡعُمُونَ أَنَّهُمۡ ءَامَنُواْ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبۡلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوٓاْ إِلَى

ٱلطَّٰغُوتِ وَقَدۡ أُمِرُوٓاْ أَن يَكۡفُرُواْ بِهِۦۖ وَيُرِيدُ ٱلشَّيۡطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمۡ ضَلَٰلَۢا بَعِيدٗا ﴾[النساء: ٦٠]

''کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال دے۔''

یہی سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ حَرَجٗا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسۡلِيمٗا ﴾[النساء: ٦٥]

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے قسم کھا کر ایسے انسان کے ایمان کی تاکیدی طور پر نفی کی ہے جو اپنے مقدمات اور معاملات رسول اللہ ﷺ کی طرف نہیں لے جاتا ہے، اور آپ ﷺ کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی اسے خوشی کے ساتھ تسلیم کرتا ہے۔

اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ان حکام اور بااختیار فرمانرواؤں کو کافر، ظالم اور فاسق کہا ہے جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ہیں۔ فرمانِ رب ذوالجلال ہے:

﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴾[المائدة: ٤٤]

''جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلہ نہ کریں وہ پورے اور پختہ کافر ہیں۔''

آگے فرمایا:

﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴾[المائدة: ٤٥]

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق حکم نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔''

اور آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ﴾[المائدة: ٤٧]

''اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ سے ہی حکم نہ کریں وہ بدکار یعنی فاسق ہیں۔''

اختلاف کے تمام میدان میں، نیز علماء کے درمیان اجتہادی اقوال وآراء میں اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ بغیر کسی مذہب کے تعصب کے اور کسی امام کی طرف داری کے وہی بات قبول کی جائے گی جس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہوں۔

اسی طرح ان تمام مقدمات اور مرافعات اور خصومات ودیگر سارے حقوق میں، صرف شخصی احوال وقضایا میں نہیں - جیسا کہ کچھ حکومتوں میں ایسا کیا جاتا ہے جو کہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتی ہیں - شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اسلام ایک مکمل نظام ہے جسے ٹکڑوں میں بانٹا نہیں جاسکتا۔ فرمانِ رب ذوالجلال ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱدۡخُلُواْ فِي ٱلسِّلۡمِ كَآفَّةً ﴾[البقرة: ٢٠٨]

''اے ایماوالو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔''

اور فرمایا:

﴿أَفَتُؤۡمِنُونَ بِبَعۡضِ ٱلۡكِتَٰبِ وَتَكۡفُرُونَ بِبَعۡضٖۚ﴾[البقرة: ٨٥]

''کیا بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟''

اسی طرح فقہی مذاہب کے متبعین پر واجب ہے کہ وہ اپنے اماموں کے اقوال کو کتاب وسنت پر پرکھیں، جو قول کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لیں اور جو ان کے مخالف ہو اسے چھوڑ دیں، کسی مذہب سے تعصب یا کسی امام کی طرف اپنا میلان رکھے بغیر۔ خاص کر عقیدہ کے مسائل میں، کیوں کہ ائمہ رحمہم اللہ تعالی نے اس کی وصیت فرمائی ہے، اور یہی ان سب کا مذہب تھا یعنی کتاب وسنت پر چلنا۔ چنانچہ جس نے ان کی مخالفت کی وہ حقیقت میں ان کا متبع نہیں رہا خواہ ان کی طرف اپنے آپ کو وہ منسوب کرتا رہے، بلکہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے:

﴿ ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ ﴾[التوبة: ٣١]

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے، اور مریم کے بیٹے مسیح کو۔''

پس یہ آیت کریمہ صرف نصاریٰ ہی کے لئے خاص نہیں ہے، بلکہ یہ ہر اس آدمی کو شامل ہے جو ان لوگوں کے فعل جیسا فعل

کرے۔ لہذا جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے علاوہ فیصلہ کرتے ہوئے، یا اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق فیصلے کا طلب کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے، تو وہ اسلام اور ایمان کے بھندے کو اپنی گردن سے اتار دیتا ہے، گو کہ وہ اپنے آپ کو مومن شمار کرتا پھرے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر جس کا ارادہ اس قسم کا ہو سخت نکیر کی ہے اور ایمان کے ایسے دعوے داروں کو جھوٹا اور کاذب گردانا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا۟ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوٓا۟ إِلَى ٱلطَّٰغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓا۟ أَن يَكْفُرُوا۟ بِهِۦ وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا﴾[النساء: ٦٠]

’’کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور ڈال دے۔‘‘

شریعت الٰہیہ کے علاوہ فیصلہ چاہنے اور صادر کرنے والوں کے عدم ایمان کو یزعمون یعنی زعم وگمان سے تعبیر کیا ہے، اور کلمۂ یزعمون یعنی وہ گمان کرتے ہیں کہا جاتا ہے اکثر ایسے لوگوں کے لئے جو کہ دعویٰ کرے مگر وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہو یا تو اس دعویٰ کا جو تقاضا ہے اس کی مخالفت کی وجہ سے یا تو اس کا عمل ایسا ہے جو اس کے دعویٰ کے منافی اور برعکس ہے، اور اس کی تائید آیت کے اس ٹکڑے سے ہوتی ہے:

﴿وَقَدْ أُمِرُوٓا۟ أَن يَكْفُرُوا۟ بِهِۦ﴾[النساء: ٦٠]

’’حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ شیطان کا انکار کریں۔‘‘

نیز شیطان کا کفر اور انکار توحید کا رکن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ٢٥٦ میں بیان فرمایا ہے، پس جب یہ رکن نہیں پایا گیا تو وہ موحّد نہیں ہوا، جب کہ توحید ایمان کی اساسِ اول ہے جس سے تمام اعمال صالح اور ٹھیک ہوتے ہیں اور اس کے عدم سے تمام اعمال فاسد اور رائیگاں ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں بیان فرمایا ہے:

﴿فَمَن يَكْفُرْ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسْتَمْسَكَ بِٱلْعُرْوَةِ ٱلْوُثْقَىٰ﴾[البقرة: ٢٥٦]

’’پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔‘‘

پس فیصلہ کے لئے طاغوت کے پاس جانا اس پر ایمان رکھنا ہے۔

اور اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے سے ایمان کی نفی کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کی شریعت کا نفاذ اور اس کے ساتھ فیصلہ کرنا ایمان، عقیدہ اور اللہ کی عبادت ہے، اس لئے مسلم پر واجب ہے کہ وہ دین سمجھ کر اس کی پابندی کرے، اور یہ یاد رکھے کہ شرعی فیصلہ صرف اس خاطر نہ کرے کہ اس کا فیصلہ لوگوں کے لئے سب سے بڑھکر فائدہ مند اور اصلاح کے لئے بہتر ہے، اور امن کے لئے نہایت مستحکم اور قوی ہے، کیوں کہ بعض لوگ صرف اس پہلو ہی پر اسے خاص کرتے ہیں اور جانبِ اول کو یعنی (اللہ کی عبادت) کو بھول جاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو معیوب گردانا ہے جو صرف اپنی ذاتی مصلحت کی خاطر شرعی فیصلہ اپناتے ہیں اور اصل چیز یعنی اللہ کی عبادت کا پہلو ترک کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا دُعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ إِذَا فَرِيقٞ مِّنۡهُم مُّعۡرِضُونَ ۝٤٨ وَإِن يَكُن لَّهُمُ ٱلۡحَقُّ يَأۡتُوٓاْ إِلَيۡهِ مُذۡعِنِينَ ۝٤٩ ﴾ [النور: ٤٨-٤٩]

”جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے، ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرماں بردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں۔“

تو وہ لوگ صرف انہیں چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں جو ان کی منفعت اور مرضی کے موافق ہو، اور جو ان کی خواہش کے خلاف ہو اس سے اعراض کر لیتے ہیں، کیوں کہ یہ حقیقتاً اپنے مقدمات کو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف لے جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرنا چاہتے ہیں۔

حُكْمُ مَنْ حكَمَ بِغَيْرِ ما أَنْزَلَ الله

جواللہ کی بھیجی ہوئی شریعت کے ساتھ فیصلہ نہ کرے اس پر کا شرعی حکم

فرمان مولیٰ ہے:

﴿وَمَن لَّمۡ يَحۡكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ﴾ [المائدة: ٤٤]

''جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلہ نہ کریں وہ پورے اور پختہ کافر ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ کے اندر اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلہ نہ کرنے کو اللہ نے کفر کہا ہے، اور یہ کفر کبھی تو کفر اکبر ہوتا ہے جو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔ اور کبھی کفر اصغر ہوتا ہے جو ملت سے نہیں نکالتا ہے، اور یہ سب کچھ فیصلہ کرنے والے یعنی حاکم کی حالت کے اوپر منحصر ہے۔

حاکم کا اگر یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ساتھ فیصلہ کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے اور وہ اس سلسلے میں مختار اور آزاد ہے۔

یا وہ اللہ کے احکام کو ذلیل اور گھٹیا سمجھتا ہے، اور یہ اعتقاد کر بیٹھتا ہے کہ شریعت کے ماسوا قوانین اور خود ساختہ نظام اس سے اچھے اور بہتر ہیں، اور وقت حاضر میں شرعی نظام کا نفاذ صحیح نہیں ہے۔

یا اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ساتھ فیصلہ نہ کرنے کا مقصد کفار اور منافقین کو خوش کرنا ہے، تو اس قسم کی چیزیں کفرِ اکبر میں داخل ہیں۔

اور اگر اس کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ساتھ فیصلہ کرنا واجب اور ضروری ہے، اور اسے اس سلسلے میں مکمل شرعی علم بھی حاصل ہے، پھر بھی اس نے شرعی فیصلہ کرنے سے گریز کیا اس اعتراف کے ساتھ کہ وہ واقعی سزا کا مستحق ہے، تو وہ عاصی اور گنہگار ہے اور اسے کفرِ اصغر (چھوٹا کفر) کے ساتھ کافر کا نام دیا جائے گا۔

اور اگر حاکم کسی قضیہ میں اللہ کا حکم جاننے سے قاصر رہا باوجودیکہ اس نے اس سلسلے میں شرعی حکم جاننے کے لئے کوشش کی اور ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، پھر بھی فیصلہ میں خطا کر بیٹھا، تو اس قسم کا خطا کار اپنے اجتہاد کی وجہ سے ثواب اور اجر دیا جائے گا، اور اس کی خطا مغفور اور بخش دی جائے گی۔ (شرح الطحاویۃ ص ٣٦٣-٣٦٥)۔

مذکورہ احکام خاص قضیہ اور مقدمہ کے فیصلے کے بارے میں ہیں، لیکن جو حکم اور فیصلے عام قضایا کے سلسلے میں ہوتے ہیں تو ان

کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک حاکم جو بہت دین دار اور پابند شریعت ہے لیکن بغیر علم کے اس نے فیصلہ کیا تو وہ اہل نار میں سے ہے۔ یا وہ عالم ہے لیکن اس نے جان بوجھ کر خلاف حق فیصلہ دیا تو وہ بھی اہل نار میں سے ہے، اور اگر اس نے بغیر عدل اور علم کے فیصلہ دیا تو وہ بدرجہ اولیٰ اہل نار میں سے ہو جاتا ہے۔
یہ تو اس کا انجام ہے جب وہ کسی آدمی کے مقدمہ اور فیصلہ کے سلسلے میں فیصلہ دے. لیکن اگر اس نے مسلمانوں کے دین سے متعلق عام حکم کا فیصلہ دیا کہ حق کو باطل اور باطل کو حق بنا دیا، اور سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت کر دیا، اور اسی طرح معروف کو منکر اور منکر کو معروف اور نیکیوں کا کام بنا دیا، اور جو کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کرنے کے لئے کہا ہے اس سے منع کیا، اور جن چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے اسے کرنے کا حکم دیا، تو اس کی نوعیت خاص قضایا سے مختلف ہے، اس کا فیصلہ اللہ تعالی - جو رب العالمین، الٰہ المرسلین اور مالک یوم الدین ہے اور جس کے لئے اول اور آخر ہے، اور جو حمد کا سزاوار ہے - فرمائے گا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:
﴿لَهُ ٱلۡحُكۡمُ وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ﴾ [القصص: ۸۸]
"اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"
اور فرمایا:
﴿هُوَ ٱلَّذِيٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدٗا﴾ [الفتح: ۲۸]
"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے ہر دین پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہی دینے والا۔"
مزید شیخ الاسلام نے یہ بھی فرمایا: بلاشبہ ایسا شخص جس کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ کی بھیجی گئی وحی اور سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے تو وہ کافر ہے، اور وہ شخص جو لوگوں کے درمیان اپنی رائے اور اپنی صواب دید کے مطابق فیصلہ کرنا حلال اور جائز سمجھتا ہے کہ یہی عدل وانصاف ہے اور اللہ کی شریعت کی اس میں پیروی اور اتباع نہیں کی ہے تو وہ شخص بھی کافر ہے۔
دراصل بات یہ ہے کہ ہر امت اور قوم میں یہ چیز موجود ہے کہ وہ عادلانہ فیصلہ ہی کا حکم دیتی ہے، اور بسا اوقات اس امت کے دین میں عدل وانصاف وہی سمجھا جاتا ہے جسے اس امت کے اکابر اور بڑے بزرگ کہتے اور مناسب خیال کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر

اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرنے والے لوگ اپنے ان عادات اور طور طریقوں کے مطابق فیصلے کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالی نے سرے سے نازل ہی نہیں فرمایا ہے- جیسے کہ دیہات کے پرانے پرکھوں اور گزرے ہوئے انسانوں کی باتیں، عادات اور طور طریقے وغیرہ- کہ وہ ایسے امیر اور حاکم تھے جن کی اطاعت اور تابعداری کی جاتی تھی اور وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو نظر انداز کر کے یہی سمجھتے تھے کہ ہماری ہی باتیں اور ہمارے ہی فیصلے حسب حال مناسب اور بہتر ہیں، حالانکہ یہ کفر ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا مگر فیصلہ صرف انہی جاری وساری عادات اور طریقوں کے ساتھ دیتے ہیں جس کا حکم ان کے من پسند فرمانروا دیتے ہیں، تو اس قسم کے لوگ اگر یہ خوب اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ فیصلہ اور حکم صرف اس چیز کے ساتھ جائز ہے جسے اللہ نے نازل کیا ہے، اور پھر بھی اس کا التزام انہوں نے نہیں کیا اور یہ حلال سمجھ کر اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ماسوا فیصلے کرنے لگے، تو یہ سب کفّار ہیں۔(حوالہ: منہاج السنۃ النبویۃ)۔

اور شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بہر حال وہ چیز جس کے بارے میں کفر دون کفر یعنی چھوٹا کفر کہا گیا ہے کہ جب آدمی اپنا معاملہ فیصلہ کے لئے غیر اللہ کی طرف لے جائے اس اعتقاد کے ساتھ کہ ایسا کرنے سے وہ عاصی اور گنہگار ہو رہا ہے اور یہ کہ اللہ کا حکم ہی درحقیقت حق اور سچا ہے، تو یہ اصل میں اس آدمی پر اطلاق (فٹ) ہوگا جس سے ایک آدھ مرتبہ ایسا سرزد ہو جائے۔

لیکن ایسے لوگ جنہوں نے قوانین وضع کئے ہیں کہ جن کے مطابق چلنا ہے اور ان قوانین کے سب کو تابع یا پابند اور خاضع ہونا ہے تو یہ تو کفر ہے، گو کہ وہ کہتے پھرے کہ ہم نے خطا کی ہے اور حقیقت میں شریعت کا حکم ہی سب سے بڑھ کر عدل وانصاف والا ہے، بلکہ یہ کفر ملت سے خارج کر دینے والا کفر ہے۔(حوالہ: فتاوی الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ)۔

تو آپ رحمہ اللہ نے جزئی حکم جو کہ بار بار نہیں واقع ہوتا ہے اور حکم عام جو کہ حقیقت میں تمام احکام یا اکثر احکام کے سلسلے میں مرجع اور مصدر ہوتا ہے کہ درمیان فرق کیا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ کفر بالکل ملت سے باہر نکال دیتا ہے۔

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جو شخص شریعت اسلامیہ پر چلے اور نظام زندگی کے لئے خود ساختہ اور وضعی قانون کو شریعت کا بدیل بنا کر اپنائے، تو یہ اس بات پر واضح ثبوت اور دلیل ہے کہ وہ وضعی قانون کو شریعت سے احسن اور اصلح یعنی سب سے بہتر اور سب سے درست سمجھتا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کفر اکبر ہے جو ملت سے خارج کر دیتا ہے اور توحید کے سراسر خلاف اور متضاد ہے۔

الْوَلاَءُ وَالْبَرَاءُ

دوستی وتعلقات اور برائت وبے تعلقی

ولاء کی تعریف: ظاہر وباطن کے میں اپنے محبوب کی نصرت ومدد، خاطر وامدادات احترام اور اکرام کرنا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ [البقرة: ٢٥٧]

"ایمان لانے والوں کا ولی (یعنی کارساز) اللہ تعالیٰ خود ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے، اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں، وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، یہ لوگ جہنمی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں پڑے رہیں گے۔"

تو کفار سے موالات (یعنی دوستی) کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قریبی اور نزدیکی ہو جانا، اور ان سے اپنے اقوال، افعال اور اپنی نیتوں اور دل کے ساتھ اظہار محبت کرنا۔

براء کی تعریف: نصیحت کرنے، ڈرانے اور سمجھانے کے بعد (اگر وہ دین نہ اپنائے تو) اس سے دوری اور قطع تعلق کر لینا اور عداوت ودشمنی رکھنا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ ہی کی خاطر کسی سے دشمنی کرے اور اللہ ہی کی خاطر کسی سے دوستی کرے، پس مومن سے موالات اور دوستی وبھائی چارگی رکھنا ضروری ہے، اگرچہ اس نے اس پر ظلم کیا ہو، کیوں کہ ظلم کی وجہ سے ایمانی رشتہ نہیں ٹوٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ﴾ [الحجرات: ٩]

"اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جنگ وجدال اور لڑائی جھگڑا اور ظلم وتعدی کے باوجود بھی مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی شمار کیا ہے، اور یہ حکم دیا ہے کہ ان کے درمیان صلح صفائی کرا دی جائے۔ پس مومن کو چاہئے کہ نہایت قلبی اطمینان کے

ساتھ یہ جان لے کہ بہر صورت مومن سے موالات و میل ملاپ رکھنا ضروری ہے چاہے اس نے تم پر ظلم وزیادتی ہی کیوں نہ کیا ہو۔

اس کے برخلاف کافر سے معادات ودشمنی اور عدم تعلقی ضروری ہے خواہ اس نے تمہارے ساتھ بھلائی اور احسان ہی کیوں نہ کیا ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائی تاکہ دین پورا کا پورا اللہ ہی کے لئے ہو۔ چنانچہ اللہ کے اولیاء سے محبت ہو گی اور اس کے اعداء سے عداوت ہو گی۔ نیز اس کے اولیاء کے لئے اکرام وعزت اور ثواب ہے، اور اس کے دشمنوں کے لئے ذلت واہانت اور دردناک عذاب اور عقاب ہے۔

اور جب کسی ایک انسان کے اندر خیر وشر، نیکی اور برائی، اطاعت ومعصیت اور سنت وبدعت وغیرہ جمع ہو جائیں، تو اس کے اندر جس قدر خیر اور نیکی ہے اسی قدر وہ ثواب اور موالات کا مستحق ہے، اور جس قدر اس میں شر اور برائی ہے اسی قدر وہ معادات اور عدم تعلقی اور عذاب وعقاب کا مستحق ہے۔

پس کبھی کبھی ایک شخص کے اندر اکرام وعزت، اور اہانت وذلت کو واجب کرنے والی چیزیں بیک وقت جمع ہو جاتی ہیں، مثلاً ایک چور ہے کہ چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا (یہ اہانت وذلت ہے)، اور اس کے ساتھ ہی بیت المال سے اسے اس قدر دیا جائے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے (یہ اکرام وعزت ہے)۔ اور یہ وہ اصل اور قاعدہ ہے جس پر تمام اہل سنت والجماعت متحد اور متفق ہیں، اور اس بارے میں ان کی مخالفت صرف خوارج اور معتزلہ اور ان جیسے فرقوں نے کی ہے۔

اور اہل سنت والجماعت ان تمام لوگوں سے اپنی برائت کا اظہار کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں خواہ وہ ان کے کتنے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔ فرمان رب العالمین ہے:

﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾ [المجادلة: ٢٢]

"اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہر گز نہ پائیں گے وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ [التوبة: ٧١]

”مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ومعاون اور دوست ہیں۔“

الفَرْقُ بَيْنَ المُوَالاةِ وَالمُعَامَلَةِ الحَسَنَةِ: یعنی موالات یعنی بھائی چارگی اور دوستی، نیز حسن معاملہ اور اچھا برتاؤ میں فرق کی وضاحت:

آپ یہ خوب اچھی طرح جان لیں کہ ولاء (دینی دوستی اور بھائی چارگی) ایک چیز ہے اور معاملہ اور چیز ہے، اور اس قضیہ میں اصل اور بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾[الممتحنة: ٨]

”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا، ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

یہاں پر یہ بات ہمارے لئے بالکل واضح ہوگئی کہ محبت اور نصرت کے اندر جو موالات اور تعاون مومنوں کو اپنانی ہے وہ چیز اور ہے، اور قریبی رشتے والے کفار کے ساتھ جو صلہ رحمی احسان اور ان پر جو خرچ کرنا ہے وہ چیز اور ہے۔ فرمان رب ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾﴾[لقمان: ١٤-١٥]

”ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کروں گا۔“

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنٗا وَبِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡجَارِ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡجَارِ ٱلۡجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلۡجَنۢبِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخۡتَالٗا فَخُورًا﴾[النساء: ٣٦]

”اور اللہ تعالی کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو، اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں (غلام، کنیز)، یقینا اللہ تعالی تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔“

مِنْ مَظَاهِرِ مُوَالَاةِ الْكُفَّارِ

کفار سے موالات اور تعلیقات کی نشانیاں

① کفار کی تشبیہ اور شباہت اپنانا لباس میں اور گفتگو وغیرہ میں، فرمان نبی کریم ﷺ ہے:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ».

”جس نے کسی قوم کی مشابہت اپنائی تو وہ انہیں میں سے ہے۔“

② ان کے وطن میں اقامت پذیر رہنا، اور دین سے فرار اختیار کرتے ہوئے وہاں سے مسلمانوں کے ملک کی طرف منتقل نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَفَّىٰهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ظَالِمِىٓ أَنفُسِهِمْ قَالُواْ فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُواْ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ قَالُوٓاْ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ ٱللَّهِ وَٰسِعَةً فَتُهَاجِرُواْ فِيهَا ۚ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا ٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُوْلَٰٓئِكَ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾ ﴾ [النساء: ٩٧-٩٩]

”جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں تم کس حالت میں تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے۔ مگر جو مرد اور عورت اور بچے بے بس ہیں جنہیں نہ تو کسی چارۂ کار کی طاقت اور نہ کسی راستے کا علم ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر کرے، اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں یہ صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کے جو کافروں کے وطن میں اقامت پذیر ہیں، عذر کو قبول نہیں فرمائے گا، ہاں مگر وہ کمزور اور ناتواں مسلم جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے انہیں معاف کر دے گا، اور ایسے ہی ان مسلمانوں کو بھی معاف کر دے گا جو کفار کے وطن میں دینی مصلحت کی خاطر آباد ہیں جیسے اللہ کی طرف بلانا اور ان کے ملک میں اسلام کو پھیلانا۔

③ لذت نفس اور سیر و تفریح کی خاطر کفار کے وطن کی جانب سفر کرنا۔ اور کفار کے ملکوں کا سفر کرنا حرام ہے مگر کسی واجبی

ضرورت کے تحت جیسے کہ علاج کی خاطر، یا بغرض تجارت یا تعلیم، پھر بھی اس طرح کے سفر کے جواز کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اپنے دین کا اظہار کرنے والا ہو، اسلام کی عزت و تکریم کرنے والا ہو اور شر و منکرات کی جگہوں سے دور رہنے والا ہو۔

④ مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد اور ان کا تعاون کرنا، ان کی مدح سرائی اور تعریف کرنا، اور ان کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے ان کی طرف داری کرنا، یہ قسم اسلام کے نواقض اور اسباب ردّہ میں سے ہے۔

⑤ کفار پر بھروسہ اور اعتماد رکھنا اور ان سے مدد طلب کرنا، اور انہیں ایسے عہدوں اور مناصب پر فائز کرنا جس میں مسلمانوں کے بھید اور راز ہوتے ہیں، اور انہیں اپنا مشیر اور راز داں بنانا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا۟ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ ٱلْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَٰهِهِمْ وَمَا تُخْفِى صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ ٱلْءَايَٰتِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾ هَٰٓأَنتُمْ أُو۟لَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِٱلْكِتَٰبِ كُلِّهِۦ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا۟ عَضُّوا۟ عَلَيْكُمُ ٱلْأَنَامِلَ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُوا۟ بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿١١٩﴾ إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا۟ بِهَا ۖ ﴾[آل عمران: ١١٨-١٢٠]

"اے ایمان والو! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ، (تم تو) نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو، ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لئے آیتیں بیان کر دیں اگر عقلمند ہو تو غور کرو۔ ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، تم پوری کتاب کو مانتے ہو، (وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی؟) یہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مارے غصہ کے انگلیاں چباتے ہیں، کہہ دو کہ اپنے غصہ ہی میں مر جاؤ، اللہ تعالی دلوں کے راز کو بخوبی جانتا ہے۔ تمہیں اگر بھلائی ملے تو یہ ناخوش ہوتے ہیں، ہاں اگر برائی پہنچے تو خوش ہوتے ہیں۔"

⑥ ان کی تاریخ سے اپنی تاریخ چلانا، خاص کر ایسی تاریخ جو ان کی عیدوں اور دینی رسموں کی ہو جیسے کہ تاریخ میلادی۔

⑦ ان کی عیدوں، محفلوں اور جشنوں میں شرکت کرنا، یا ان کے انعقاد پر ان کا تعاون اور مساعدہ کرنا، یا اس کی مناسبت سے انہیں تہنئتی پیغام بھیجنا (مبارک بادی پیش کرنا) یا اس میں بہ نفس نفیس حاضر ہونا وغیرہ۔

⑧ کفار کی ستائش اور مدح کرنا، ان کی ثقافت اور تہذیب و تمدن کی تعریف کرنا، اور ان کے باطل عقائد اور فاسد دین کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے اخلاق اور فنی مہارت پر خوشی کا اظہار کرنا، اس کا معنی اور مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ مسلمان اپنے

اسباب قوت کو نہ اپنائیں کہ وہ صناعت وحرفت کا فن نہ سیکھیں، یا مباح اور جائز اقتصاد اور معیشت کے مقومات اور اساس سے نابلد رہیں، یا فنِ عسکری اور جدید دور کے جو جنگی اسلوب اور انداز ہیں ان سے غافل رہیں، ہر گز نہیں اور کبھی نہیں، بلکہ ان تمام امور سے مکمل آشنائی اور آگاہی مومنوں کے اولین فرائض میں سے ہے۔ فرمانِ ربُّ العالمین ہے:

﴿وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا ٱسۡتَطَعۡتُم مِّن قُوَّةٖ ﴾[الأنفال: ٦٠]

"تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو۔"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِينَةَ ٱللَّهِ ٱلَّتِيٓ أَخۡرَجَ لِعِبَادِهِۦ وَٱلطَّيِّبَٰتِ مِنَ ٱلرِّزۡقِۚ قُلۡ هِيَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا خَالِصَةٗ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ ﴾[الأعراف: ٣٢]

"آپ ان سے پوچھئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو زینت اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں، ان چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں (اور) قیامت کے دن تو خالص (انہی کے لئے ہوں گی)۔"

⑨ کفار کے ناموں پر اپنے نام رکھنا۔

⑩ ان پر رحم کھاتے ہوئے ان کے لئے استغفار کرنا: فرمانِ رب کریم ہے:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسۡتَغۡفِرُواْ لِلۡمُشۡرِكِينَ وَلَوۡ كَانُوٓاْ أُوْلِي قُرۡبَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمۡ أَنَّهُمۡ أَصۡحَٰبُ ٱلۡجَحِيمِ ﴾[التوبة: ١١٣]

"پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔"

الاسْتِهْزَاءُ بِالدِّينِ

دین کا استہزاء اور مذاق اڑانا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴾[التوبة: ٦٥-٦٦]

"اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یوں ہی آپس میں ہنس بول رہے تھے، کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ، یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔"

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ جس نے رسول اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں سے کسی بھی چیز کا استہزاء اور مذاق اڑایا، وہ کافر ہو گیا خواہ اس نے حقیقتاً استہزاء کا قصد وارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، جیسے کہ بطور مزاح اور دل لگی کے اس کی ہنسی اڑائی ہو۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ابن جریر، ابن حاتم اور ابو الشیخ وغیر ہم نے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: غزوۂ تبوک میں ایک روز ایک مجلس میں ایک شخص نے کہا: ہم نے اپنے ان ساتھیوں جیسا زیادہ پیٹو اور زبان کا زیادہ جھوٹا اور جنگ کے وقت زیادہ ڈرپوک کسی اور کو نہیں دیکھا، (یہ سن کر) مجلس میں ایک شخص نے کہا: تو نے جھوٹ کہا، بلکہ تو تو ایک منافق ہے، میں یہ بات ضرور رسول اللہ ﷺ تک پہنچاؤں گا، پھر انہوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دی، اور قرآن کریم (کی مذکورہ آیتوں) کا نزول ہوا۔

عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل کی رسّی سے لٹکا ہوا ہے اور پتھر اسے زخمی کر رہے ہیں (یعنی پتھر کے ٹکڑے اس کے پیروں اور جسم کو گھسٹنے کی وجہ سے زخمی کر رہے ہیں) اور وہ یہ فریاد کر رہا ہے: اے اللہ کے رسول! ہم تو بس ہنسی مذاق کر رہے تھے، اور نبی اکرم ﷺ یہ پڑھ رہے تھے:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ﴾[التوبة: ٦٥]

"آپ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟"

چنانچہ جس کسی نے ان چیزوں میں سے کسی چیز کا مذاق اڑایا جنہیں نبی اکرم ﷺ لے کر آئے ہیں، جیسے کہ علم شرعی اور عالموں

کا استہزاء کرنا، اور جیسے کہ اللہ کے ثواب اور اس کے عقاب کا استہزاء کرنا، اور بھلائیوں اور معروف کا حکم دینے والوں کا اس لئے استہزاء کرنا کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتے ہیں، اور منکرات سے روکنے والوں کا استہزاء کرنا اس لئے کہ وہ منکرات اور برائیوں سے روکتے ہیں، اور جیسے کہ نماز کا استہزاء کرنا چاہے وہ نماز فرائض میں سے ہو یا نوافل میں سے، اور اسی طرح سے نمازیوں کا استہزاء کرنا ان کے نماز پڑھنے کی وجہ سے اور اسی طرح سے داڑھی رکھنے والوں کا استہزاء کرنا ان کے نہ کاٹنے اور لمبی رکھنے کی وجہ سے، یا کسی سود کے چھوڑنے والے کا استہزاء کرنا اس کے سود نہ لینے اور نہ کھانے کی وجہ سے، تو وہ کافر ہے۔

اور ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا استہزاء اور مذاق اڑانے والوں سے قطع تعلق کرلے چاہے وہ اس کے اپنے بہت قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، اور ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا بالکل ترک کردے، تاکہ اس کا شمار ان ہنسی اور مذاق اڑانے والوں میں سے نہ ہو جائے، جیسا کہ ربِّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلْكِتَٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا۟ مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِۦٓ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ جَامِعُ ٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱلْكَٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴾[النساء: ١٤٠]

”اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی (مجلس والوں) کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہیں جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“

نَمَاذِجُ مِنَ الْفِرَقِ الضَّالَّةِ

گمراہ فرقوں کی چند مثالیں

فرمانِ نبی اکرم ﷺ ہے:

«افْتَرَقَتِ الْيَهُودِيَّةُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى اثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَسَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الأُمَّةُ عَلَى ثَلاَثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلاَّ وَاحِدَةً. قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَنْ كَانَ مِثْلَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي». [رواه أبو داود]

''یہودیت اکہتر فرقوں میں بٹ گئی، اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اور عنقریب یہ امت (امت محمد ﷺ) تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک فرقہ کے علاوہ باقی تمام فرقے جہنم میں جائیں گے۔'' صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے پوچھا: وہ کون سا ایک فرقہ جہنم سے بچ جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو میرے جیسا اور میرے صحابہ جیسا عمل پر ہو گا۔''

ان گمراہ فرقوں میں سے چند یہ ہیں:

اَلْقَادِیَانِیَّةُ

قادیانیت

قادیانیت ایک تحریک ہے جس کا وجود ۱۹۰۰ م میں انگریز مستعمر کی تخطیط سے سرزمین ہند ہوا۔ اس کا ہدف اور مقصد مسلمانوں کو ان کے دین سے دور کرنا اور خاص کر جہاد جیسے عظیم فریضہ سے انہیں معطل اور کنارہ کش کرنا، تاکہ اسلام کے نام پر انگریز کا مقابلہ اور سامنا نہ کریں۔ اس تحریک کا بانی اور مؤسّس مرزا غلام احمد قادیانی ہے، جس خاندان سے اس کا تعلق ہے وہ دین و وطن کی خیانت میں مشہور ہے، یہ اپنے متبعین میں دماغی خرابی، بدمزاجی اور کثرتِ بیماری نیز شراب و کباب اور نشہ و مخدرات میں بے انتہا دھت رہنے والا معروف و مشہور ہے۔ نور الدین پہلا خلیفہ ہوا جس کے سر پر خلافت کا تاج انگریز مقہور و مغلوب نے رکھی۔

اس فرقہ کے افکار و معتقدات مندرجہ ذیل ہیں:

① یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہے۔

② ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ روزہ رکھتا اور نماز پڑھتا ہے، سوتا ہے اور بیدار ہوتا ہے، لکھتا ہے اور دستخط کرتا ہے، اس سے خطا بھی سرزد ہوتی ہے اور وہ جماع اور مباشرت بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام بہتانوں اور جھوٹ و مکر سے بہت بلند و بالا ہے۔

③ قادیانی (مرزا غلام احمد) کا اعتقاد ہے کہ اس کا الٰہ (معبود) انگریز ہے، کیوں کہ وہ اس سے انگریزی میں مخاطب ہوتا ہے۔

④ قادیانوں کا اعتقاد ہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام مرزا غلام احمد کے پاس آتے ہیں، اور اس کی جانب وحی کرتے ہیں، اور اس کے الہامات قرآن کی طرح ہیں۔

⑤ عقیدۂ جہاد کو ختم کر دیا، اور اندھی اطاعت واجب کر دی انگریز حکومت کے لئے، کیوں کہ یہ انگریز حکومت ان کے گمان کے مطابق نص قرآن سے ولی الامر ہے (یعنی حکومت کا حق اسی کو ہے)۔

⑥ ان کے نزدیک تمام مسلمان کافر ہیں یہاں تک کہ وہ قادیانیت میں داخل ہو جائیں، اور ایسے ہی جس نے غیر قادیانیوں میں شادی کسی کی کی یا خود شادی کی وہ بھی کافر ہے۔

⑦ قادیانی شراب،افیون،چرس اور مخدرات ودیگر مُسکرات اور نشہ آور چیزوں کو مباح قرار دیتے ہیں۔

⑧ قادیانی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبوت محمد ﷺ پر ختم نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ جاری وساری ہے، اللہ تعالیٰ حسب ضرورت رسولوں کو بھیجتا رہتا ہے،اور مرزا غلام احمد تمام نبیوں میں سب سے افضل نبی ہیں۔

⑨ قادیانیوں کے اسرائیلیوں کے ساتھ مضبوط اور مستحکم روابط اور تعلقات ہیں،ان کے لئے بہت سے مدارس اور مراکز کھول رکھے ہیں،اور ان کی زیادہ تعداد ہندوستان اور پاکستان میں ہے۔

الشِّيعَةُ

شیعہ

شیعہ چار فرقوں میں منقسم ہیں:

پہلا فرقہ: الشیعۃ الاولی: یہ اپنے آپ کو (الشیعۃ المخلصون) کا نام دیتے ہیں. یہ وہ لوگ ہیں جو عہدِ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں موجود تھے اور انہوں نے حقیقتاً آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا اور آپ کے حق اور قدر و منزلت کو پہنچانا، اور انہوں نے آپ کے اخوان یعنی اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی کی بھی تنقیص نہیں کی، اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ صفین اور جنگ جمل میں شانہ بہ شانہ لڑے، اس جماعت میں بہت سے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین بھی تھے۔

دوسرا فرقہ: الشیعۃ التفضیلیۃ: یہ وہ لوگ ہیں جو علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر افضلیت اور برتری دیتے ہیں، لیکن کسی صحابی کو کافر یا برا بھلا نہیں کہتے ہیں اور نہ ہی کسی سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں۔

تیسرا فرقہ: الشیعۃ السبئیۃ: اسی کو "التبرئیہ" بھی کہتے ہیں، اور یہی وہ فرقہ ہے جو صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو گالیاں دیتا ہے، اور چند صحابہ کو چھوڑ کر۔ جیسے کہ سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد اور عمار رضی اللہ عنہم۔ باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو کفر اور نفاق کی طرف نسبت کرتا ہے۔

پھر یہ فرقہ خود چوبیس فرقوں میں بٹا ہے، ان میں سے وہ سبئی لوگ ہیں جو عبداللہ بن سبأ یہودی کے اصحاب ہیں، جس کا کہنا یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے شریک ہیں۔ اور ان فرقوں میں سے ایک نصیریہ فرقہ بھی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی (العیاذ باللہ) علی رضی اللہ عنہ میں اور ان کی اولاد میں سے بالخصوص جو امام ہیں ان میں حلول کئے ہوئے ہیں۔

ان چار فرقوں میں سبئی شیعوں کی اکثریت ہے، اور امامیہ شیعوں کی وہ بڑی جماعت ہے جو انتالیس فرقوں میں بٹی ہوئی ہے، اور انہی میں سے باطنیہ اور قرامطہ ہے فرقۂ اسماعیلیہ سے نکلے ہوئے ہیں، اور انہی میں سے جعفریہ بھی ہے۔ اور فرقۂ اثنا عشریہ کا تعلق فرقۂ امامیہ سے ہے۔

فرقۂ امامیہ کے بعض عقائد:

① عقلی اعتبار سے اللہ تعالی پر قیامت برپا کرنا واجب ہے۔

② ان کا کہنا ہے کہ نبی ﷺ اور وصی اور سبطین (حسن، حسین) اور ان کے تمام دشمنان، اور ان میں ہونے والے دیگر ائمہ اور

ان کے قائلین امام مہدی کے ظہور کے بعد زندہ کئے جائیں گے، اور اس چیز کو عقیدۃ الرجعۃ یعنی قیامت کے دن سے پہلے پھر سے زندگی کی طرف لوٹنے کا نام دیا جاتا ہے۔

③ان تمام لوگوں میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دے گا نہ قبر میں نہ قیامت کے دن، خواہ ان کے گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔

اثنا عشریہ: یہ شیعہ امامیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، اور جب کبھی لفظ امامیہ کا اطلاق ہوتا ہے تو ذہن فوراً فرقہ اثنا عشریہ کی طرف جاتا ہے، اور یہ لوگ علی الرضا کی امامت کے قائل ہیں اس کے باپ موسیٰ الکاظم کے بعد، پھر اس کے بیٹے محمد التقی کی امامت کے قائل ہیں جو جواد کے لقب سے معروف ہے، پھر اس کے بیٹے التقی کی امامت کے جو عادی کے لقب سے مشہور ہے، پھر اس کے بیٹے الحسن العسکری کی امامت کے قائل ہیں، پھر محمد المہدی کے بیٹے کی امامت کے قائل ہیں جو ان کے عقیدہ کے مطابق مہدی منتظر ہیں، امامت کی جو ترتیب بیان ہوئی ہے اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے، ہاں ان کا اختلاف صرف مہدی کے غائب اور روپوش ہونے کے سلسلے میں ہے کہ وہ وقت اور سال، مہینہ اور دن کون سا تھا، بلکہ ان میں سے کچھ تو ان کے مرنے کی بات کہتے ہیں، اور جب دنیا میں ظلم و زیادتی جور و جفا اور برائیاں عام ہو جایں گی تو وہ پھر لوٹ کر آئیں گے۔ (والعیاذ باللہ من الجور بعد الکور یعنی ہم سکون و اطمینان کے بعد ظلم و ستم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں) اس فرقہ کا وجود دو سو پچپن ہجری میں ہوا، یہی فرقہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں "بدء" کا قائل ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا ارادہ کیا تو اس کے برعکس دوسری چیز اس کے لئے ظاہر ہوتی ہے، پھر وہ اپنے ارادہ سے اسی چیز کی طرف لوٹ جاتا ہے جو بعد میں ظاہر ہوئی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

اسی وجہ سے تم دیکھوگے کہ جب یہ فرقہ موسیٰ الکاظم کے روضہ کی زیارت کرتا ہے تو بڑی زوردار آواز ان کی قبر پر لگاتے ہوئے کہتا ہے: تم ہی ہو جس کے بارے میں اللہ کو بعد میں ظہور ہوا، اور وہ لوگ اس سے اپنے گمان کے مطابق ان کے بھائی اسماعیل کو ان کے والد کے بعد امام بنانا مراد لیتے ہیں قبل اس کے کہ وہ منصب امامت کو حاصل کرے اس کے والد نے اس کو امام بنا دیا، گویا انہوں نے اس سلسلے میں بدائیہ کی اتباع کی، اور کہا کہ بداء کا معنی کچھ ہے بدائیہ کا معنی کچھ اور ہے۔

اور ان کے عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ اس کو چھوڑ کر شیعوں کے تمام فرقے جہنمی ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے، اور نجات پانے والے صرف یہی لوگ ہیں، اور ایسے ہی تمام مسلمانوں کے فرقے جن میں اہل سنت بھی داخل ہیں جہنمی ہیں (العیاذ باللہ)۔

چوتھا فرقہ: الروافض: ان کا نام روافض کیوں رکھا گیا ہے؟ کہا گیا: کیوں کہ انہوں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی امامت کو ٹھکرا دیا اور تسلیم نہیں کیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ زید بن علی بن الحسن بن علی کے خروج کے ایام میں ان کے پیرو کار رہے، اور جب زید بن علی نے سنا کہ ان میں سے کچھ لوگ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر طعنہ زنی کرتے ہیں تو انہوں نے ان کو اس سے روکا اور منع کیا، جس کی وجہ سے ان سے بیعت کرنے والے الگ ہو گئے تو زید نے ان سے کہا: رفضتمونی یعنی تم لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا، پس کہا گیا کہ ان کے اس قول رفضتمونی سے ان لوگوں کا نام رافضہ پڑ گیا۔

روافض میں بھی بہت فرقے ہیں، انہیں فرقوں میں فرقۂ زیدیہ اور فرقۂ امامیہ ہے، اور ان میں غلو کرنے والے فرقے اپنے ائمہ کو الٰہ کہتے ہیں، اور شریعت کی حرام کردہ چیزوں کو انہوں نے مباح کر رکھا ہے اور فرائض کے وجوب کو ساقط کر دیا ہے، اور اللہ کے لئے لفظ بداء کا اطلاق کرتے ہیں، اور یہ آپس میں ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔